فکرونظر............ اسلام آباد   جلد: ۴۲، ۴۳   شمارہ: ۴، ۱

علامہ محمد طاہر پٹنی اور اُن کی کتاب مجمع بحارالانوار
(ایک علمی و تحقیقی جائزہ)

ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی ☆

بِرصغیر پاک و ہند میں عربی و دینی ثقافت
(حدیث و علومِ حدیث کے حوالے سے ایک مطالعہ)

بِرصغیر پاک وہند کو دوسری صدی ہجری سے عربی، دینی وعلمی ثقافت کو عام کرنے اور پروان چڑھانے کی سعادت حاصل ہے۔ چنانچہ نامور محدّثِ بصرہ ربیع بن الصّبیح السعدی ثم السّندی المتوفی ۱۶۰ھ کا شمار ان سابقین اولین میں کیا جاتا ہے، جنہوں نے سب سے پہلے حدیث میں کتاب تالیف کی۔(۱)

پاک سرزمین سندھ میں عربی ثقافت کو ایسا قبول حاصل ہوا کہ سندھی زبان کے ساتھ عربی زبان بھی یہاں کے بازاروں میں بولی جاتی تھی۔

نامور سیاح ابو عبداللہ احمد المقدسی المعروف بالبشّاری (۳۳۶ھ ۳۸۰ھ=۹۴۶ء۔۹۹۰ء) "احسن التقاسیم فی معرفة الأقالیم" میں "المنصورہ" کے متعلق رقم طراز ہے:

"کلّھم تجّار کلامھم سندی و عربی "(۲)
یہاں سب تاجر ہیں اور ان کی گفتگو سندھی اور عربی میں ہوتی ہے۔

عربی زبان کی مشہور کتاب "تاج اللّغة و صحاح العربیة" جو ابو نصر الجوہری الفاریابی المتوفی ۳۹۳ھ کی تالیف ہے۔ اس کا تکملہ جب بِرصغیر پاک و ہند کے امام لُغت، حسن بن محمد صغانی لاہوری (۵۷۷ھ۔۶۵۰ھ) نے لکھا تو اس سے سندھ اور ہند ہی نہیں، سارا عالم فیضیاب ہوا، موصوف کی اس کتاب اور ان کی دوسری لغت کی کتابوں "العباب الزاخر" وغیرہ سے آج بھی عالمِ اسلام میں فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔

☆ نگران شعبہ تخصص فی علم الحدیث النبوی ؐ، جامعۃ العلومِ الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی

علامہ صغانی کی "مشارق الأنوار النبویه من صحاح الأخبار المصطفویه"[۳] جو صحیحین کی قولی حدیثوں کا اختصار ہے۔ الفاظ اور عوامل پر مرتب ہے۔ اس کا ہند و بیرونِ ہند میں بہت چرچا رہا، یہاں یہ حدیث کے نصاب میں شامل تھی، حضرت نظام الدین بدایونی (۶۳۱۔۷۲۵ھ/ ۱۲۳۳۔۱۳۲۴ء)[۴] اور دوسرے اولیاء اللہ نے اسے پڑھا ہے۔[۵]

"مشکوٰۃ المصابیح" سے پہلے اسلامی دنیا میں اسی کتاب کا چلن تھا، یہی محدثینِ دوراں کی منتہاء نظر سمجھی جاتی تھی۔ جس کو "مشارق الأنوار" زبانی یاد ہوتی تھی، اس کو محدث سمجھا جاتا تھا۔

علامہ تاج الدین السبکی (۷۲۷۔۷۷۱ھ) نے اس نظریہ پر سخت تنقید کی اور کہا کہ کثرت سے حدیثیں یاد کرنے سے کوئی محدث نہیں بن جاتا۔ محدث کے لئے ضروری ہے کہ اسانید و مسانید اور رجالِ حدیث وعللِ حدیث پر اس کی نظر ہو۔ وفیات کا علم رکھتا ہو۔ وہ عالی و نازل سند سے واقف ہو۔ اس نے صحاح ستہ ، مسندِ احمد، سنن البیہقی ومعجم الطبرانی کا سماع کیا ہو۔[۶]

"مشارق الأنوار" کے بعد افسوس کہ برِ صغیر پاک و ہند میں اس موضوع پر مزید کام نہ ہوسکا، جس کا یہ اثر ہوا کہ مؤرخِ اسلام شمس الدین الذھبی المتوفی ۷۴۸ھ کو رسالہ "ذوات الآثار فی الامصار" میں یہ لکھنا پڑا: "والأقالیم التی لا حدیث بها یُرویٰ ولا عُرفت بذٰلک الصین أغلق الباب والهند والسند"[۷]۔

(وہ ممالک جہاں حدیث کی روایت نہیں کی جاتی اور لوگوں میں حدیث کی معرفت نہیں، چین اور ہند و سندھ نے اس کے دروازے اپنے اوپر بند کیے ہوئے ہیں)۔

ابھی ایک صدی ہی گزری تھی کہ دسویں صدی ہجری میں یہاں حدیث اور اس کی لغت پر وہ کام ہوا کہ بیرونِ برصغیر پاک وہند میں یہاں کے محدثین کا نام روشن ہوگیا، چنانچہ شیخ علاؤالدین علی المتقی الہندی المتوفی ۹۷۵ھ نے جب علامہ جلال الدین سیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ کی حدیث میں مختصر و مطوّل دائرۃ المعارف "جامع الصغیر و زیاداته" اور "جمع الجوامع فی الحدیث" کو جو حدیث کی پچاس سے زیادہ کتابوں کا مجموعہ ہے،[۸] اور مسانید پر مرتب تھا۔ فقہی ابواب پر ترتیب دیا اور اس کا نام رکھا "کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال"[۹]

اہلِ علم نے اسے دیکھا تو مکہ مکرمہ کے نامور محدث و فقیہ شیخ ابو الحسن البکری المتوفی ۹۵۲ھ نے فرمایا تھا: "ان للسّیوطیؒ منة علی العالمین وللمتقیؒ منة علیه"[۱۰]

(سیوطیؒ کا عالم اسلام کے باشندوں پر احسان ہے تو علامہ سیوطیؒ پر شیخ علی متقیؒ کا احسان ہے)

شیخ علی متقیؒ کے بعد برصغیر ہند میں پہلی مرتبہ ان کے مرید علامہ محمد بن طاہر پٹنی گجراتیؒ المتوفی ۹۸۶ھ کی حدیث کی جامع عربی لغت "مجمع بحار الأنوار" اور دوسری تالیفات نے عالمِ اسلامی میں قرآن و سنت کی روشنی پہنچائی۔ چنانچہ حاجی خلیفہ کا (۱۰۱۷ھ۔ ۱۰۶۷ھ) "کشف الظنون" میں ان کی تالیفات کا تعارف کرانا اس حقیقت کا شاہدِ عدل ہے۔(۱۱)

علاّمہ محمد طاہر پٹنیؒ...... مختصر سوانحی خاکہ

محمد نام،(۱۲) ملک المحدثین،(۱۳) مجدالدین،(۱۴) اور جمال الدین،(۱۵) لقب ہیں نسباً صدیقی ہیں، وطن پٹن نہر والہ کاٹھیا واڑ گجرات ہے۔ سلسلۂ نسب محمد بن طاہر بن علی الصدیقی ہے۔

ولادت: ولادت ۹۱۳ھ، وفات ۹۸۶ھ ہے۔

تعلیم و تکمیلِ علوم:

ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی، بلوغ سے پہلے قرآن پاک یاد کیا، پھر پندرہ برس علماء گجرات میں استاذ الزمان ملاّمہتہ شیخ ناگوریؒ، مولانا یداللہ السوہیؒ، مولانا برھان السمھودیؒ سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی، متعدد فنون میں کمال حاصل کیا۔(۱۶)

محدثین و فقہاء حجاز سے روایتِ حدیث کی اجازت اور شیخ علی متقیؒ سے بیعت:

جب تیس برس کے ہوئے تو علامہ پٹنیؒ نے حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔ حرمین شریفین کے نامور علماء و اربابِ کمال شیخ ابو الحسن محمد بن عبد الرحمٰن البکری (۸۹۹۔۹۵۲ھ) ابو العباس احمد بن محمد بن علی المعروف بابنِ حجرالھیثمی المکیؒ (۹۲۴ھ۔۹۷۲ھ) محدث شیخ ابو الحسن علی بن محمد المعروف بابن عراق (۹۰۷۔۹۶۳ھ) شیخ جار اللہ بن محمد المکی الشافعی (۸۹۱۔۹۵۴ھ) سے حدیث پڑھی، اور شیخ علی متقی (۸۸۵۔۹۷۵ھ) سے روایت حدیث کی اجازت لی اور انہی کے دستِ حق پر بیعت کی، ایک مدت تک ان کی صحبت میں رہ کر اکتسابِ فیض کیا۔(۱۷)

اپنی کتاب "مجمع بحار الأنوار" کو ان کے نام معنون کیا۔ چنانچہ مقدمۂ کتاب میں رقم طراز ہیں:

"میرے مرشد، شفیق و مہربان، مفاخر و معالی کے جامع، قطبِ دوراں، غوثِ زماں، رحمان کی

برگزیدہ ہستی، قیام پذیر حرمین شریفین، مجاورِ بیت اللہ، خلقِ خدا کے مربی، متقیوں کے رہنما، ان سے میری مراد، شیخ علی متقی ہیں، جن کا فیض ہر قریب و بعید پر جاری و ساری ہے، اس کتاب سے ان کو وسیلہ بناتا ہوں۔[۱۸]

موصوف نے شیخ علی متقیؒ سے تین باتیں ورثے میں پائی تھیں:

﴿۱﴾ دین میں استقامت۔

موصوف کی شہادت اس کا مظہر ہے۔

﴿۲﴾ حدیث کی خدمت۔

اسی کا اثر تھا کہ موصوف تدریسی و تصنیفی اور تربیتی شعبوں میں تاحیات سرگرمِ عمل رہے۔

﴿۳﴾ اصلاحی و فلاحی کام میں سرگرمی ۔

شیخ علی متقیؒ مہدویوں کے مخالف تھے، ان کی قوم کے بہت سے قریبی رشتہ دار مہدوی ہوگئے تھے، اس لئے یہ ان کی اصلاح کے لیے تا حیات کوشاں رہے۔

معاصرین میں علامہ پٹنیؒ کا مقام:

مؤرخ عبدالقادر العیدروسی (۹۷۸۔۱۰۳۸ھ) کا بیان ہے:

''وہ ہمعصروں سے برتر رہے، یہاں تک کہ علماء گجرات میں کوئی ایک عالم فنِ حدیث میں ایسا نہیں تھا، جو موصوف کے مرتبہ و مقام کو پہنچا ہو، ہمارے مشائخ کا یہی کہنا ہے۔''[۱۹]

ہر فن میں بہت سے علماء پیدا کیے،[۲۰] علومِ حدیث کے شعبہ میں بنیادی کام سر انجام دیے، موضوعاتِ حدیث پر کام کیا، ضعفاء پر کتاب لکھی، صحاحِ ستہ کے غیر متداول الفاظ کے معانی و شرح کے لیے **''مجمع البحار''** لکھی، راویانِ حدیث کو صحیح اعراب کے ساتھ پڑھنے کے لئے **''المغنی''** ترتیب دی، راویانِ صحاح ستہ کے نام، کنیت، القاب اور مختصر حالات سے آگاہی کی خاطر **''تلخیص خواتم جامع الاصول''** مرتب کی۔

(یہ تمام کتابیں شائع ہو گئی ہیں) درسی کتابوں **''مشکوٰۃ المصابیح''**، **''صحیح مسلم''**، **''صحیح بخاری''** پر حواشی و تعلیقات لکھیں، نحو میں **''شافیہ ابنِ حاجب''** کی شرح لکھی، چہل حدیث بھی مرتب کی تھی۔ **''عدۃ المتعبدین الیٰ منہاج السائلین''** اور **''حاشیہ مقاصد الاصول''** بھی موصوف

کی یادگار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی سیرت پر بھی عربی میں مختصر کتاب لکھی تھی، یہ سب غیر مطبوعہ کتابیں ہیں، ان کا ذکر قاضی عبد الوہاب المتوفی (۱۰۰۸ھ) نے ''کتاب المناقب'' میں کیا ہے۔

طلبہ کی مالی مدد اور ان کی علمی تربیت:

موصوف کا گھرانہ تاجر تھا، باپ نے بہت دولت چھوڑی تھی، مولانا نے وہ دولت غریب، نادار طلباء کی تعلیم پر خرچ کی، انہوں نے بچوں کے استاذ سے کہہ رکھا تھا کہ جو سمجھدار لڑکا نادار ہو، اس کو میرے پاس بھیج دو، وہ پڑھے، میں اس کی اور اس کے گھر والوں کی کفالت کروں گا، وہ مالدار لڑکوں کو پڑھنے کی ترغیب دیتے ، نگرانی کرتے، خود پڑھاتے، اور دورانِ سبق ان کے لیے سیاہی تیار کرتے رہتے اور انھیں مفت دیتے تھے۔[۲۱]

طالبِ علمی کے زمانے میں طلباء اور بعض لوگوں کی طرف سے بہت تکلیفیں اور مشکلیں جھیلی تھیں، اس وقت سے موصوف نے یہ نذر مانی تھی کہ مجھے علم سے نوازا گیا تو میں اللہ کی رضا کی خاطر عمر بھر طلباء کی خدمت کرتا رہوں گا۔[۲۲] طلباء کی خدمت، تدریسی و تصنیفی خدمات اور قوم کی اصلاح اس نذر کا ثمرہ ہے۔[۲۳]

موصوف فرقہ مہدویہ کی تردید و سرکوبی کے لیے برابر کمر بستہ رہے، ۹۷۹ھ میں قسم کھائی کہ جب تک ان کی اصلاح نہیں کروں گا، سر پر عمامہ نہ باندھوں گا۔

۹۸۰ھ میں اکبر بادشاہ نے گجرات فتح کیا اور یہاں کے علماء کو بلایا، یہ ننگے سر حاضر ہوئے، اس نے وجہ پوچھی، آپ نے وجہ بتائی تو اکبر نے کہا یہ کام ہم کریں گے اور اس نے ان کے سر پر عمامہ باندھا، اکبر نے اپنے رضاعی بھائی، خان اعظم عزیز مرزا کو گجرات کا گورنر مقرر کیا، اس سے مہدویوں کا زور ٹوٹا۔ ۹۸۱ھ میں جب عبد الرحیم خان خاناں کو یہاں کا گورنر مقرر کیا، وہ شیعہ تھا، تو مہدویوں کی سرگرمیاں تیز ہوگئیں۔ شیخ نے پھر عمامہ اتارا، آگرہ میں اکبر کو صورتِ حال سے آگاہ کرنے نکلے، مہدویوں کو خبر ہوئی، انہوں نے پیچھا کیا، ۲ شوال ۹۸۶ھ میں ''اجین'' کے قریب انہوں نے رات کو جب آپ تہجد پڑھ رہے تھے، شہید کردیا اور بھاگ نکلے۔ انہیں شیخ بھکاریؒ کے مقبرے کے قریب دفن کیا گیا، اکبر کو جب خبر ملی تو اس نے حکم دیا کہ ان کے جسد خاکی کو آبائی قبرستان میں منتقل کیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آج بھی ان کا مقبرہ زیارت گاہِ خلائق ہے۔[۲۴]

''مجمع البحار'' کا زمانۂ تالیف:

''**مجمع بحار الأنوار**'' سرزمینِ ہند و پاک میں حدیث و قرآن کی پہلی لغت ہے، یہ تحقیق سے نہیں کہا جاسکتا کہ ''مجمع البحار'' کی ترتیب و تدوین کا کام کس سن میں شروع ہوا، لیکن اس کتاب کے ثلث اول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پہلی جلد جو مادہ ''رحا'' تک ہے، شیخ علی متقیؒ المتوفی ۹۷۵ھ کی حیات میں پوری ہوگئی تھی۔

دوسری جلد ۱۱ رمضان ۹۷۶ھ کو مادہ ''عین'' تک پوری ہوئی تھی، اس وقت شیخ علی متقیؒ کا انتقال ہو گیا تھا۔

تیسری جلد ثلث اخیر ۱۲ ربیع الاول کی رات کو ختم ہوئی۔ کاروانِ عمر ۶۵ ویں منزل طے کر رہا تھا۔ اس میں بھی سن نہیں دیا گیا۔ بظاہر ۹۷۷ھ ہے، ''**مجمع البحار**'' کو نو لکشور نے پہلی بار لکھنؤ سے ۱۲۸۳ھ میں اور دوسری بار ۱۳۱۴ھ میں شائع کیا۔

پھر مطبع مجلسِ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن میں مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق سے ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ ء میں اسے شائع کیا گیا۔ وہی نسخہ **کلیۃ الایمان** مدینۂ منورہ نے ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء میں پانچ ضخیم جلدوں میں شائع کیا۔

موصوف نے حدیث کے طلبہ و اساتذہ کے فائدہ کے لیے خاتمۂ کتاب میں نو فصلوں کا اضافہ کیا ہے۔ جو مصطلحاتِ حدیث، جرح و تعدیل، بے اصل مشہور احادیث، کتابتِ حدیث کے آداب، رسول اللہ ﷺ کی سیرت، صحابہؓ کے فضائل وغیرہ میں ہیں۔

تکملہ میں ان غریب الفاظ کو بیان کیا گیا ہے جو **مجمع البحار** میں چھوٹ گئے تھے۔ یا الفاظ کی مزید تشریح مل گئی تو اضافہ کردیا گیا ہے۔

کتاب کے اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ نسب پیش کیا گیا ہے۔

علامہ پٹنیؒ نے ''**مجمع البحار**'' کی تالیف میں ائمۂ فن کی جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان کی نشاندہی مقدمۂ کتاب میں کی ہے اور ان میں علامہ ابن الاثیر الجزریؒ المتوفی ۶۰۶ھ کی ''**النّھایہ فی غریب الحدیث والاثر**'' سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے۔ اس لیے کہ اس میں ائمۂ فن کی کتابوں کی نہایت مفید تلخیص آگئی ہے، اس سے یہ سمجھنا کہ **النّھایہ** کی اشاعت کے بعد علامہ پٹنیؒ کی **مجمع البحار** کی افادیت و اہمیت جاتی رہی ہے، درست نہیں، اس کی اہمیت وافادیت آج بھی مسلّم

و برقرار ہے۔

اس میں حدیثوں کے نت نئے فقروں اور جملوں کی کثرت النّهایه سے زیادہ پائی جاتی ہے، بہت سے جملے فقرے اور الفاظ ایسے ملتے ہیں جو ابن الاثیر سے چھوٹ گئے ہیں۔

علامہ پٹنیؒ نے ان کی تشریح اور معانی ومطالب کی وضاحت شارحینِ حدیث کی کتابوں سے نقل کی ہے، اس میں الفاظ اور جملوں کا احاطہ و استیعاب اور ان کی تشریح ابن الاثیر کی النهایه سے زیادہ ہے، اس لیے اس کی افادیت واہمیت برقرار ہے، اس امر کا اندازہ ''براً'' کے مادہ سے کیا جاسکتا ہے، علامہ ابن الاثیر الجزریؒ نے مذکورہ بالا مادہ میں جن الفاظ، فقروں اور جملوں کا ذکر کیا، وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) الباریٔ۔ بغیر نمونہ و مثال پیدا کرنے والا۔

(۲) حدیث میں آیا ہے: ''أصبح بحمدالله بارئاً'' بحمداللہ وہ صحت وعافیت سے ہیں۔

(۳) ''اراک بارئاً'' میں آپ کو صحتمند دیکھتا ہوں۔

(۴) ''لایمسّها حتٰی یبرئً رحمها'' لونڈی سے اس وقت تک صحبت نہ کرے، جب تک اس کا رحم حیض سے پاک صاف نہ ہوجائے، (یا وہ امید سے تو نہیں)۔

(۵) ''وکذٰلک الاستبراء الذی یذکر مع الاستنجاء فی الطهارة'' اور اس طرح استنجاء میں طہارت کے وقت شرم گاہ کو نجاست کے اثر سے پاک صاف کرنا ہے (اور مرض اور قرض سے چھٹکارا پانا ہے)۔

(۶) ''فانّه اروٰی وابرأ'' تین سانس میں پانی پینا آدمی کو خوب سیراب کرتا ہے۔

(۷) ''انّ یوسف منّی بریٌٔ و انا منه براءٌ۔''[۲۵]

حضرت یوسف علیہ السلام سے میرا کیا جوڑ، وہ پیغمبر تھے، میں ادنیٰ مسلمان ہوں، یہ حضرت ابوہریرہؓ نے اس وقت کہا تھا جب حضرت عمرؓ نے انہیں کسی خدمت پر مامور کرنا چاہا تھا۔

''مجمع البحار'' میں مذکورۂ بالا مادہ ''برء'' میں اس کے علاوہ جو اضافہ پایا جاتا ہے، وہ ہدیۂ قارئین ہے:

(۱) ''من استبرأ لدینه'' جوشخص اپنا دین اور آبرو بچانے کے لیے گناہ سے الگ رہے۔

(۲) ''حتٰی اذا رأی انّه قد استبرء ہ''

تاآنکہ وہ یہ سمجھے کہ پانی جسم پر سب جگہ پہنچ گیا، وہ پاک صاف ہوگیا۔

(۳) ''ابرأ الی اللّٰہ ان یکون لی منکم خلیل''

میں چاہتاہوں اللہ کرے تم میں سے کوئی میرا دوست نہ ہو۔

(۴) ''فتبرئکم یهود فی أیمان''

یہود پچاس قسمیں کھاکر تم کو قسموں سے بچائیں گے۔ (پھر تم کو قسم کھانے کی حاجت نہیں رہی)۔

(۵) ''استبرأ الخبر'' خبر کی خوب چھان بین کی۔

(۶) ''اذا دخلت فی الدم من الحیض الثالثة فقد برأت منه'' مطلقہ کو جب تیسرا حیض آجائے، تو وہ خاوند سے الگ ہوگئی۔(طلاق کی عدت ختم ہوگئی)۔

(۷) ''شرار کم الباعون البراء العنت''(۲۶)

تمہارے برے لوگ وہ ہیں جو پاک دامنوں سے گناہ کرانا چاہتے ہیں۔

''مجمع البحار'' میں کم وبیش ہر ایک مادہ میں النّهایه کے علاوہ کچھ نہ کچھ بیش بہا اضافہ پایا جاتا ہے۔ علامہ پٹنیؒ نے ''مجمع البحار'' میں بعض ایسے الفاظ کا بھی اضافہ کیا ہے، جن کا سراغ ہمیں النہایہ میں ان کے مادوں میں نہیں ملتا۔ جیسے ''استبرأ'' کا لفظ ہے۔ اس سے ''مجمع البحار'' کی جامعیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، حالانکہ ابن الاثیر نے ''عِرضٌ'' کے مادہ میں حدیث ''من اتقیٰ الشّبهات استبرأ لدینه وعرضه'' جو شبہات ومشتبہات سے بچا، اس نے اپنا دین وآبرو بچائی۔ اس کے تحت اس کے معنی ''احتاط لنفسه'' کیے ہیں۔(۲۸) لیکن مادہ ''برأ'' میں اس کا ذکر ان سے رہ گیا ہے۔ اس طرح بعض الفاظ جیسے ''قرن''،بمعنی زمانہ کی تشریح النّہایہ میں اتنی مختصر ملتی ہے جس سے ایک محقق کی تشنگی دور نہیں ہوتی، جیسے حدیث ''خیرالقرون ثم الّذین یلونهم''، یعنی ''الصحابةؓ ثم التابعینؒ''،(۲۹) تبع تابعین کا لفظ نہیں لکھا ہے، حالانکہ ائمۂ فن کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہاں دورِ صحابہؓ، عہدِ تابعین، اور زمانہ تبع تابعین سب داخل ہیں۔(۳۰) گو عہد کی تعیین زمانوں کے ساتھ کسی نے نہیں کی ہے۔

علامہ پٹنیؒ نے علامہ طیبیؒ المتوفی ۷۴۳ھ کی شرح المشکٰوۃ سے ان تینوں زمانوں کی تعیین کی ہے۔

چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

[قرن] ط: فيه: "قرنه أصحابه والذين يلونهم أبناؤهم والثالث ابناء أبنائهم، وقيل: كلّ طبقة مقترنين في وقت، والصحيح أن قرنه أصحابه والثاني التابعون والثالث تابعوهم، وقد ظهر انّ مدة مابين البعثة الٰى آخر من مات من الصحابة مائة و عشرون سنة بالتقريب، وان اعتبرت وفاته كان مائة، وامّاقرن التابعين فان اعتبر من سنة مائة كان نحو سبعين، وامّا من بعدهم فان اعتبر من سنة مائة كان نحو خمسين، فظهرانّ مدة القرن يختلف باعتبار اعمار اهل كلّ زمان، واتفق انّ آخر اتباع التابعين من عاش الیٰ عشرين و مائتين." (۳۱)

"قرن" سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کا دور مراد ہے اور (دوسرے قرن سے) صحابہؓ کے بعد ان کے بیٹوں کا زمانہ مراد ہے اور (تیسرے قرن سے) ان کے بیٹوں کی اولاد کا زمانہ مراد ہے اور یہ بھی قول ہے کہ ایک وقت میں ہر ایک طبقہ دوسرے سے ملا ہوتا ہے۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ قرن سے مراد آپ کے صحابہ ہیں اور دوسرے درجہ میں تابعین ہیں اور تیسرا درجہ تبع تابعین کا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ مدت جو بعثت نبویؐ سے لے کر آخری صحابی تک ہے، وہ تقریباً ایک سو بیس سال ہے اور اگر آپؐ کی وفات کا اعتبار کیا جائے تو یہ مدت سو سال بن جاتی ہے، اور تابعین کے زمانے کو اگر سو سال کے بعد شمار کیا جائے تو تقریباً سترسال ہوجاتے ہیں اور اس کے بعد والوں کے زمانے کو اگر سو سال کے بعد شمار کیا جائے تو یہ پچاس سال بن جاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ زمانے کی مدت میں بعد کے لوگوں کے اعتبار سے اختلاف ہوتا رہتا ہے اور تبع تابعین کا زمانہ بالاتفاق دو سو بیس سال تک ہے۔

علامہ طاہرپٹنیؒ کے اضافوں کا اندازہ قارئین کو ہر مادہ میں "النہایہ" کے علاوہ دوسرے ماخذوں کی علامات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

صاحبِ "مجمع البحار" کے تسامحات:

علامہ ابن الاثیر الجزریؒ اور علامہ محمد طاہر پٹنیؒ کے تسامحات اور لغزشوں کا ذکر علامہ وحید الزمان نے مقدمۂ کتاب میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''صاحب مجمع سے بہت اور صاحب نہایہ سے کم تسامحات ہوئے ہیں، جس لغت کو اس کے صحیح باب میں بیان کرنا تھا، وہاں بیان نہ کرکے دوسرے باب میں بیان کر دیا ہے''۔

شاید قارئین کی آسانی کے خیال سے انہوں نے ایسا کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں صاحبوں کو اجرعظیم دے۔ انہوں نے فراہمی لغات میں بڑی محنت اٹھائی ہے۔ میں نے اس کتاب میں باتباع ہر دو صاحبان مذکورین کے ہر لغت کو اس باب میں بیان کردیا ہے۔ جس میں انہوں نے بیان کیا ہے، مگر اکثر مقامات میں اس کے ساتھ ہی یہ اشارہ کردیا ہے کہ یہ لغت فلاں باب میں بیان کرنا تھا۔(۳۲)

علامہ محمد طاہر پٹنیؒ نے لفظ ''ابرِدَة'' کو باب ہمزہ مع الباء میں لکھا ہے، حالانکہ یہ اپنے مادہ ''بَرْدٌ'' یعنی باب الباء مع الراء میں بیان کرنا چاہیے تھا۔ یا مثلاً ''أُبلُمة'' کو مادہ ''بلمٌ'' کے تحت ذکر کرنا چاہیے تھا۔ یا ''أجنادٌ'' کو ''جُنْدٌ'' میں آنا چاہیے تھا، مگر ان سب کو باب الالف میں بیان کیا گیا۔(۳۳)

یہ وہ تسامح اور فروگذاشت ہیں، جن کی طرف مولانا نے اشارہ کیا ہے۔ مولانا وحید الزمان کا یہ خیال کہ اس قسم کے تسامح اور فروگذاشت صاحب مجمع البحار سے زیادہ اور ابن الاثیر سے کمتر ہوئی ہیں، ایسا نہیں ہے۔ بلاشبہ علامہ پٹنیؒ نے بہت سے الفاظ کو ان کے اصل مقام کے علاوہ دوسری جگہ بھی بیان کیا ہے اور مقدمہ میں اس کی وجہ بیان نہیں کی، مگر اس امر کی تصریح کی ہے کہ ہم نے اس کتاب میں صاحب النہایہ ابن الاثیر الجزری کی پیروی کی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ صاحب النہایہ کی تقلید کا نتیجہ ہے۔(۳۴)

رہی یہ بات کہ علامہ ابن الاثیرؒ نے ایسا کیوں کیا؟ ابن الاثیر نے جہاں ایسا کیا ہے وہاں اس کی وجہ بھی بیان کی ہے اور لفظ کے غیر مقام پر بیان کرنے سے جو شبہ قاری کو پیدا ہوسکتا تھا، اس کا ازالہ کیا ہے۔ چنانچہ ''اِبردة '' کی تشریح میں رقم طراز ہیں:

''اِبْرِدة'' میں ہمزہ اور راء دونوں پر زیر ہے۔ یہ ایک مشہور بیماری ہے جو برودت اور رطوبت کے غلبہ سے پیدا ہوتی ہے، اور ہمبستری سے باز رکھتی ہے، اس میں ہمزہ زائد ہے، اسے **باب الألف مع الراء** میں داخل کرنے سے یہ سمجھنا کہ اس کا ہمزہ اصلی ہے، درست نہیں۔ ہم نے اس کو ظاہر لفظ کے اعتبار سے یہاں بیان کردیا ہے۔(۳۵)

یہی بات لفظ "أُبُلُمَة" کی تشریح میں کہی ہے، ابن الاثیر نے محض طالب کی سہولت کی غرض سے ایسا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کو دوبارہ اس کے مادہ میں بھی ذکر کیا ہے، ایک جگہ نقل کرنے پر اکتفاء نہیں کیا، ایسے الفاظ کو ان کے مادے میں ذکر نہ کرنا یا مادہ میں اس لفظ کی طرف اشارہ نہ کرنا تو بجاطور پر تسامح قرار دیا جاسکتا تھا، لیکن ابن الاثیر نے مقدمۂ کتاب میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے اور علامہ پٹنیؒ نے اس امر میں ابن الاثیر کی پیروی کی ہے۔

وحید الزمان جہاں ائمۂ لغت کی لغزش پر تنبیہ کرتے ہیں، وہاں حقیقت میں مولانا کی اپنی غلطی ہوتی ہے۔ چنانچہ لفظ "أُطُوم" پر لکھتے ہیں:

"کچھوا یا وہ مچھلی جس کی کھال سخت اور موٹی ہو اور "صاحب النہایۃ" نے جو "اطُومُ" کے معنی زرافہ لکھے ہیں، اور صاحب مجمع نے ان کی تقلید کی ہے، یہ وہم ہے۔ زرافہ تو ایک جنگلی جانور ہے جو افریقہ میں بکثرت ہوتا ہے"۔

ابن الاثیر نے "اطوم" کے معنی زرافہ بیان کیے ہیں، یہ معنی تمام ائمۂ لغت سے منقول ہیں، کسی نے اس معنی کو غلط قرار نہیں دیا، پھر اس کی صحت میں کیا شبہ کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ ابن منظور الافریقی المتوفی ۷۱۱ھ نے "لسان العرب" میں اور سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی المتوفی ۱۲۰۵ھ نے "تاج العروس" میں "اطوم" کے معنی زرافہ نقل کیے ہیں۔(۳۶)

اب اس کی صحت میں کیا شبہ کیا جاسکتا ہے۔

"مجمع البحار" برصغیر ہند کے شارحین و محدثین کی نظر میں:

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۹۵۹ھ۔۱۰۵۲ھ) "اخبار الاخیار" میں لکھتے ہیں:

"ازاں جملہ کتابے است کہ متکفل شرح صحاح ستہ مسمیٰ بمجمع البحار"۔(۳۷)

منجملہ ان کے ایک کتاب جو صحاح ستہ کی شرح کو جامع ہو، وہ مجمع البحار سے موسوم ہے۔

نواب صدیق حسن خان المتوفی ۱۳۰۷ھ "ابجد العلوم" میں رقمطراز ہیں:

"موصوف کی کتاب "مجمع البحار" اس زمانے میں ہندوستان میں طبع کی گئی ہے۔ اس کی شہرت نصف النہار میں سورج کی طرح ہے۔ اس میں حدیث کے ہر غریب لفظ کو ذکر کیا گیا ہے، جو معانی اس کے بیان کیے گئے ہیں، انہیں بتایا ہے۔ گویا یہ کتاب صحاح ستہ کی شرح کی حیثیت رکھتی

ہے۔ اگر حدیث کی بنیادی چھ کتابیں کسی کے پاس موجود نہ ہوں تو یہ معانی کے حل کے لیے اور اس کے اساسی معانی کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔ اس کتاب کی قبولیت پر سب کا اتفاق ہے۔ جس زمانے میں یہ تالیف کی گئی۔ اس وقت سے یہ اہل علم میں متداول رہی ہے۔(۳۸)

حکیم سید عبدالحی لکھنوی المتوفی ۱۳۴۱ھ "نزھة الخواطر" میں تحریر فرماتے ہیں:

''اُن کی جلیل القدر اور مفید تصانیف ہیں۔ جن میں سے مشہور اور عمدہ کتاب "مجمع بحارالانوار" ہے''۔ اس میں ہر مشکل حدیث کے الفاظ کو اس طرح سے جمع کیا ہے کہ جو کچھ اس کے متعلق لکھا گیا ہے وہ سب اس میں آ گیا ہے، جس کی وجہ سے وہ صحاح ستہ کی شرح بن گئی ہے، اور یہ ایک ایسی کتاب ہے، جس کے عالم وجود میں آنے کے بعد سے علماء کا اس کی قبولیت پر اتفاق ہے اور مؤلف کا یہ کارنامہ اہل علم پر بہت بڑا احسان ہے۔(۳۹)

مولانا سید عبدالحی حسنیؒ ''یادایام تاریخ گجرات'' میں لکھتے ہیں:

علامہ مجد الدین محمد بن طاہر پٹنیؒ ایسے بلند پایہ محدث تھے، جن کے فضل و کمال کی شہرت دنیا بھر میں ہے اور ان کی تصنیفات سے علماء حجاز ویمن اس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں جیسے ہندوستان کے علماء۔(۴۰)

ہندوستان کے نامور محدث وصحاح ستہ کے تعلیق نگار مولانا احمد علی محدث سہارنپوری المتوفی ۱۲۹۷ھ نے اس سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا، ان کے یہاں مشکوٰۃ المصابیح، صحیح البخاری، سنن الترمذی، سنن ابن ماجہ اور مؤطا مالک کی تعلیقات میں جابجا اس کے حوالے اس امر کے شاہد عدل ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) کے پاس بھی اس کا خطی نسخہ ۱۰۱۹ھ موجود تھا، موصوف نے اس سے "اشعة اللمعات" اور "لمعات التنقیح" میں فائدہ اٹھایا۔ مولانا وحید الزمان (۱۲۶۷۔۱۳۳۸ھ) نے "وحید اللغات" میں "مجمع البحار" سے اس قدر استفادہ کیا ہے کہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ مولانا وحید الزمان نے وحید اللغات میں "مجمع البحار" کا اردو میں ترجمہ کردیا ہے۔

مرکز اسلام حرمین شریفین کے محدثین وفقہاء کی نظر میں علامہ پٹنیؒ کی تالیفات:

علامہ شیخ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے "تذكرة الموضوعات" اور قانون الموضوعات و الضعفاء ۹۵۸ھ میں تالیف کیں۔ تکمیل کے بعد جب یہ حجاز و مصر کے محدثین و حفاظ اور فقہاء کے مطالعہ میں

آئیں، تو انہیں حسن قبول حاصل ہوا، موصوف رتن ہندی کے تذکرہ میں رقمطراز ہیں :

''میں نے لمبی عمر پانے والوں کا ذکر ''تذکرۃ الموضوعات'' میں تفصیل سے کیا ہے، تم اس کا مطالعہ کرو تمہیں وہ کتاب فائدہ دے گی، وہ نفیس کتاب ہے، علماء حرمین میں بہت مقبول ہے''۔

مجھے بعض معتبر اہل علم نے میرے شیخ ابن حجر کی (۹۰۹۔۹۷۴ھ) کے متعلق بتایا، وہ فرماتے تھے۔ ''ان شاء اللہ اس کتاب سے فائدہ اٹھایا جائے گا'' اور جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) کے نامور شاگرد شیخ محمد بن عبدالرحمٰن العلقمی الشافعی ۸۹۷۔۹۶۹ھ، فرماتے تھے:

''ھو فی ھٰذا الباب احسن المختصرات'' یہ موضوعات کے باب میں مختصرات میں سب سے عمدہ کتاب ہے اور میرے شیخ علی بن حسام الدین متقیؒ (۸۸۵۔۹۷۵ھ) (اللہ تعالیٰ انہی کی جماعت میں میرا حشر فرمائے) نے مجھے لکھا تھا: ''قد وقع الکتاب مفیداً کثیراً جزاکم اللّٰہ خیرا''، یہ کتاب بہت مفید ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین بدلہ دے۔

میں نے اس کتاب کی مدح سرائی میں جو کچھ پیش کیا ہے، وہ اس لیے کہ باہمت اہل علم اس ذخیرۂ معلومات سے جو اس میں منقول ہے، فائدہ اٹھائیں۔(۴۱)

حواشی و حوالہ جات

(۱) حسن بن عبدالرحمٰن الرامہرمزی/ المحدث الفاصل بین الراوی والواعی۔ تحقیق محمد عجاج الخطیب (ص۱۱۶) دارالفکر، بیروت (ب۔ت)

(۲) محمد بن احمد المقدسی المعروف بالبشاری/ احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم (ص۳۶۱)۔ دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، ۱۴۰۸ھ

(۳) حسن بن محمد الصغانی الاہوری/ مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ (ص۳) آستانہ۔ مطبعہ سعادت۔ ۱۳۲۹ھ

(۴) عبدالحیٔ الحسنی/ نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر (۲ / ۱۲۳) مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، الدکن، ۱۳۵۰ھ

(۵) ایضاً۔ عبدالحق دہلوی/ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار (ص۱۷) مطبع مجتبائی دھلی۔ ۱۳۳۲ھ

(۶) عبدالوہاب السبکی/ معید النعم ومبید النقم، تحقیق محمد علی النجار وغیرہ (ص۸۱۔۸۲) دارالکتاب العربی، القاھرہ، ۱۳۶۷ھ۔ عبدالرحمٰن السیوطیؒ/ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی تحقیق عبدالوہاب۔ عبداللطیف (ص۸۔۹) المکتبۃ العلمیۃ المدینہ المنورۃ۔ ۱۳۷۹ھ۔ مصطفیٰ ابن عبداللہ الشھیر بحاجی خلیفۃ /کشف الظنون عن اسماء الکتب والفنون (ج ۱ ص۱۴۱) استانبول، مطبعۃ المعارف ۱۳۶۰ھ۔

(۷) محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی /الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ (ص۱۴۳) القدسی، دمشق، ۱۳۴۹ھ۔

(۸) الدھلوی/ المقدمۃ فی اصول الحدیث (ص۷) مشکوٰۃ المصابیح نور محمد۔ کراچی ۱۳۶۸ھ۔

(۹) حاجی خلیفہ (ج۱ ص۶۴۱)

(۱۰) الحسنی (ج۴ ص۲۴۴)

(۱۱) حاجی خلیفہ ج۱ ص۵۹۷۔۵۹۸، ج۲ ص۱۵۱۸۔ ص۱۵۹۹

(۱۲) صدیق حسن قنوجیؒ نے **اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقهاء والمحدثین** (ص۳۹۷) مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۸ھ میں۔ الحسنی ج۴، ص۲۹۸، **دارالثقافه الاسلامیه فی الهند** (ص۱۵۷) میں، **المجمع العلمی العربی** دمشق ۱۳۸۶ھ میں موصوف کا نام محمد ذکر کیا ہے۔ ابو ظفر ندوی نے تذکرہ شیخ عبدالوہاب اقضی القضاۃ المتوفی ۱۲۸۶ھ۔ ندوۃ المصنفین دہلی۔ ۱۹۵۴ء پر جو مقدمہ لکھا ہے اس لیے ص۱۱ میں محمد بن طاہر کو صحیح بتایا ہے۔ لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار ص۲۸۲ میں اور عبدالقادر العیدروسی نے النور السافر (ص۳۶۱) **المکتبه العربیة** بغداد ۱۹۳۴ء میں مؤرخ ابن العماد الحنبلی نے **شذرات الذهب فی اخبار من ذهب** ج۸ ص۴۱۰ داراحیاء التراث العربی۔ بیروت (ب،ت) میں، مولانا محمد عبدالحیٔ لکھنوی نے التعلیقات السنیہ (ص۱۶۴) مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۲۴ھ میں اور صدیق حسن قنوجیؒ نے ابجدالعلوم (ج۳، ص۲۲۲) **دارالکتب العلمیة**، بیروت (ب،ت) میں محمد طاہر نقل کیا ہے۔

(۱۳) العید روسی ص۳۶۱، ابن العماد (ج۸، ص۴۱۰) محمد عبدالجلیل السامرودی (ص۲۹۱) تذکرۃ الموضوعات۔ المکتبۃ العلمیہ بمبئی ۱۳۴۳ھ

(۱۴) ابو ظفر ندوی (ص۱۰)

(۱۵) ایضاً۔محمد بن طاہر الفتنی/ **مجمع بحارالانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار** (ج۳، ص۵۵۵) نولکشور لکھنو، ۱۲۸۳ھ۔

(۱۶) عبدالحیٔ حسنی، ''یادایام تاریخ گجرات'' ص۵۵ (شبلی بک ڈپو لکھنو) میں لکھتے ہیں: ملّا مہتہ، شیخ ناگوری، مولانا یداللہ، مولانا برہان الدین، یہ چاروں گجرات کے علماء کرام تھے، ملّا مہتہ کا لقب اُستاذ الزمان تھا۔ افسوس ہے کہ ان چاروں عالموں کے کچھ حالات معلوم نہیں، اگر اس مضمون کے پڑھنے والوں میں کسی کو ان کے حالات پر اطلاع ہو تو ازراہ کرم مجھے مطلع فرمائیں۔

(۱۷) العید روسی (ص۳۶۱) ابن العماد (ج۸، ص۴۱۰) الحسنی (ج۴، ص۲۹۸) القنوجیؒ (ج۳، ص۲۲۲) اتحاف (ص۳۹۷)

(۱۸) ایضاً العید روسی (ص۳۶۲)

(۱۹) پٹنی (ج۱، ص۲)

(۲۰) العید روسی (ص۳۶۲) ابن العماد (ج۸، ص۴۱۰) الحسنی (ج۴، ص۲۹۹) قنوجیؒ (ص۳۹۸)

(۲۱) ایضاً

(۲۲) ایضاً

(۲۳) ایضاً

(۲۴) لکھنوی (ص۱۶۵)۔ قنوجی (ص۳۹۰۔۳۹۱) ج۳، ص۱۲۲۔ الحسنی ج۴، ص۲۹۹۔۳۰۰۔ابو ظفر ندوی (ص۷۱۔۷۴)

(۲۵) مبارک بن محمد الجزری المعروف بابن الاثیر/ النہایہ فی غریب الحدیث والأثر۔ ج۱، ص۱۱۱۔۱۱۲۔ مادہ "برأ"، دارالفکر، بیروت۔

(۲۶) محمد بن طاہر الفتنی/ مجمع بحار الانوار (ج۱، ص۸۳۔۱۸۴) مادہ "برأ" نول کشور، لکھنو، ۱۲۸۳ھ۔

(۲۷) ابن الاثیر۔ج۳، ص۲۰۹

(۲۸) ایضاً ج۴، ص۵۱

(۲۹) محمد بن احمد بن طلحہ الازہری المتوفی ۳۷۰ھ/ تہذیب اللغہ ۔(ج۹ ،ص۸۷) القاہرہ الدارالمصریہ (ب،ت)

(۳۱) الفتنی۔ ج۳، ص۱۳۸ (قرن)

(۳۲) وحیدالزمان/ لغات الحدیث (ص۵) نور محمد اصح المطابع کراچی۔ ب ت

(۳۳) محمد عبدالحلیم چشتی/ حیات وحید الزمان (ص۱۵۴) نور محمد کارخانۂ تجارت کتب۔ کراچی۔ ۱۹۵۷ء

(۳۴) ایضاً ص۱۵۵

(۳۵) ایضاً

(۳۶) ایضاً ۱۵۶

(۳۷) عبدالحق دہلوی/ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار (ص۲۸۰)، مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۳۲ھ۔

(۳۸) القنوجی۔ ج۳، ص۲۲۳ (۴) اتحاف النبلاء ص۱۳۳

(۳۹) الحسنی، ج۴، ص۳۰۱

(۴۰) یادایام تاریخ گجرات ص۵۶

(۴۱) الفتنی۔ج، ۳، ص۵۱۴
